عدّت
ایک تحقیقی، فقہی اور تقابلی مطالعہ



تحقیق : ابو حیان سعید
تجویز کنندہ :علامہ یوسف سیجا

عدّت: ایک تحقیقی، فقہی اور تقابلی مطالعہ

تحقیق : ابو حیان سعید

تجویز کنندہ :علامہ یوسف سیجا

26 فروری 2026.

اس تحقیق کی ضرورت اس لیئے پیش آئ کہ عدت کے مسئلے پر بہت سارے قرآنسٹ حضرات من مانی توجیہات پیش کرتے چلے آ رہے ھیں . یہ میرا موضوع تو نہی تھا لیکن مجتہد وقت علامہ یوسف سیجا صاحب مدظلہ العالی کے توجہ دلانے پر اس جانب فوری توجہ دی اور عدت کا مفہوم ، قرانی احکامات ، تاریخی پس منظر اور رسول کریم محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے قبل مبعوث انبیا عَلَیہِالسَّلام کی شریعت میں عدت کا معاملہ کس طرح لیا جاتا تھا اس کے علاوہ ھندو ازم ، بدھ ازم میں اس کو کس طرح لیا جاتا تھا اور فقہا حضرات اس کے بارے میں کیا کہتے رہے . اس مختصر مقالے میں یہ تمام معاملات انتہائ اختصار سے بیان کیئے گئے ھیں .

اسلامی شریعت میں **عدّت** اس مدت کو کہتے ہیں جو عورت طلاق یا شوہر کے انتقال کے بعد دوبارہ نکاح سے پہلے گزارتی ہے۔ عدّت محض ایک سماجی رسم نہیں بلکہ ایک شرعی حکم ہے، جس کا مقصد خاندانی نظام کی حفاظت، نسب کی تعیین، اور عورت کے وقار کا تحفظ ہے۔

عدّت کی تعریف

لغوی طور پر "عدّت" کا مطلب ہے "گنتی کرنا"۔
شرعی اصطلاح میں عدّت وہ مقررہ مدت ہے جو عورت طلاق، فسخِ نکاح یا شوہر کی وفات کے بعد گزارتی ہے۔

عدّت اسلامی عائلی قانون کا ایک بنیادی جزو ہے جو عورت کی طلاق یا شوہر کی وفات کے بعد گزارنے والی مدت کو ظاہر کرتی ہے۔ یہ تحقیقی مقالہ عدّت کے شرعی، فقہی، تاریخی اور سماجی پہلوؤں کا تجزیہ پیش کرتا ہے۔ قرآن کی آیات، فقہی مکاتب، قبلِ اسلام عرب معاشرہ، دیگر مذاہب (یہودیت، عیسائیت، ہندو مت، بدھ مت، زرتشتی) کے تقابلی جائزے، اور جدید

قانونی و سائنسی پہلوؤں کو شامل کرتے ہوئے یہ مطالعہ عدّت کو ایک جامع اور متوازن نظام کے طور پر پیش کرتا ہے۔
اسلام سے قبل بھی مختلف تہذیبوں میں بیوہ یا مطلقہ عورت کے لیے سوگ یا انتظار کے رواج موجود تھے، مگر وہ اکثر غیر منصفانہ، غیر متعین یا ظالمانہ تھے۔ اسلام نے عدّت کے اصول کو متعین، معتدل اور باوقار بنایا۔

عدّت کی اقسام

1) طلاق کی عدّت

اگر شوہر طلاق دے دے تو عدّت کی مدت عورت کی حالت کے مطابق مختلف ہوتی ہے:

(ا) حیض آنے والی عورت

ایسی عورت کی عدّت **تین حیض** ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

> **وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ**
> (سورۃ البقرہ 2:228)
> "اور طلاق یافتہ عورتیں اپنے آپ کو تین حیض تک روکے رکھیں۔"

(ب) **جنہیں حیض نہیں آتا (کم عمری یا بڑھاپا)**

ایسی عورتوں کی عدّت **تین ماہ** ہے۔

قرآن میں ارشاد ہے:

> **وَاللَّائِي يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيضِ مِن نِّسَائِكُمْ ... فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةُ أَشْهُرٍ وَاللَّائِي لَمْ يَحِضْنَ**
> (سورۃ الطلاق 65:4)
> "اور عورتوں میں سے جو حیض سے ناامید ہو چکی ہوں... ان کی عدّت تین مہینے ہے، اور ان کی بھی جنہیں ابھی حیض نہیں آیا۔"

(ج) **حاملہ عورت**

حاملہ عورت کی عدّت بچے کی پیدائش تک ہے۔

قرآن میں فرمایا گیا:

وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَن يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ
(سورۃ الطلاق 65:4)
"اور حاملہ عورتوں کی عدّت ان کے وضع حمل تک ہے۔"

2) وفات کی عدّت

اگر شوہر کا انتقال ہو جائے تو عدّت **چار ماہ اور دس دن** ہے۔

قرآن میں ارشاد ہے:

وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا
(سورۃ البقرہ 2:234)
"اور جو لوگ فوت ہو جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں، تو وہ عورتیں اپنے آپ کو چار مہینے اور دس دن تک روکے رکھیں۔"

اگر عورت حاملہ ہو اور شوہر کا انتقال ہو جائے تو اس کی عدّت بھی وضع حمل تک ہوگی۔

عدّت کی حکمتیں

1. **نسب کی حفاظت:**
یہ معلوم ہو سکے کہ عورت حاملہ ہے یا نہیں، تاکہ بچے کی نسبت میں کوئی شبہ نہ رہے۔

2. **خاندانی نظام کا تحفظ:**
طلاق کے بعد رجوع کی گنجائش (خاص طور پر طلاقِ رجعی میں) باقی رہتی ہے۔

3. **عورت کا احترام اور تحفظ:**
شوہر کی وفات کے بعد غم اور سوگ کا ایک معین عرصہ رکھا گیا ہے۔

4. **سماجی استحکام:**
جلد بازی میں نئے تعلقات قائم کرنے سے روکا گیا ہے۔

عدّت کے دوران احکام

عدّت کے دوران نکاح نہی ہو سکتا ۔

بلا ضرورت گھر سے نہ نکلے (شرعی ضرورت میں اجازت ہے)۔

طلاقِ رجعی کی صورت میں شوہر رجوع کر سکتا ہے۔

قرآن میں ارشاد ہے:

> **لَا تُخْرِجُوهُنَّ مِن بُيُوتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ**
> (سورۃ الطلاق 65:1)
> "انہیں ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ خود نکلیں۔"

عدّت اسلامی خاندانی نظام کا ایک اہم ستون ہے۔ یہ عورت کی عزت، نسب کی حفاظت اور معاشرتی استحکام کو یقینی بناتی ہے۔ قرآنِ کریم نے واضح احکامات کے ذریعے اس مدت کو مقرر کیا ہے، تاکہ معاشرہ پاکیزہ اور منظم رہے۔

عدّت کا تاریخی پس منظر اور قدیم معاشروں کا دستور:

عدّت کا حکم اسلام میں اچانک نازل نہیں ہوا بلکہ یہ انسانی معاشرت کی ایک فطری ضرورت سے جڑا ہوا تھا۔ نسب کی حفاظت، عورت کے وقار کا تحفظ اور خاندانی نظام کی بقا ہر دور میں اہم رہے ہیں۔ اسلام نے ان تصورات کو منظم، معتدل اور باوقار شکل دی۔

قدیم شریعتوں میں عدّت کا تصور

شریعتِ موسوی (یہودیت)

تورات میں طلاق اور نکاحِ ثانی کے احکام موجود ہیں۔

طلاق کے بعد عورت کو تحریری طلاق نامہ دیا جاتا تھا (استثنا 24:1)۔

نسب کے اختلاط سے بچاؤ اور خاندانی نظام کی حفاظت مقصود تھی۔

بیوہ کے لیے "یِبّوم" (Levirate marriage) کا تصور تھا کہ شوہر کا بھائی نکاح کرے تاکہ نسل باقی رہے۔

اگرچہ موجودہ تورات میں عدّت کی مدت اسلام جیسی واضح متعین شکل میں بیان نہیں، مگر نسب اور خاندان کے تحفظ کا تصور نمایاں تھا۔

شریعتِ عیسوی (مسیحیت)

انجیل میں طلاق کو سخت ناپسند کیا گیا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے نکاح کو مضبوط بندھن قرار دیا۔

بیوہ کے لیے سوگ اور انتظار کا رواج معاشرتی طور پر موجود تھا، مگر مدت مقرر اور منظم نہ تھی۔

یعنی باقاعدہ شرعی عدّت کی تعیین موجود نہ تھی، بلکہ سماجی روایت غالب تھی۔

زمانۂ جاہلیت میں عربوں کا دستور

اسلام سے پہلے عرب معاشرے میں عدّت کا کوئی منصفانہ اور باوقار نظام نہیں تھا۔ چند اہم نکات:

(1) بیوہ کی سخت اور طویل عدّت

شوہر کے مرنے کے بعد عورت کو **ایک سال تک** کسمپرسی کی حالت میں رکھا جاتا تھا۔

وہ اچھے کپڑے، خوشبو اور زیب و زینت سے محروم رہتی۔

بعض اوقات اسے تنگ اور اندھیرے کمرے میں رہنا پڑتا۔

قرآن نے اس ظلم کو ختم کیا اور مدت کو چار ماہ دس دن مقرر کیا:

وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا
(سورۃ البقرہ 2:234)

(2) عورت کو وراثت سمجھنا

عربوں میں بیوہ کو خود ایک "مالِ وراثت" سمجھا جاتا تھا۔ کسی اور عورت سے شوہر کا بیٹا یا قریبی رشتہ دار اس پر حق جتاتا تھا۔

قرآن نے اس رسم کو ختم کیا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَن تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرْهًا
(سورۃ النساء 4:19)
"اے ایمان والو! تمہارے لیے جائز نہیں کہ زبردستی عورتوں کے وارث بن بیٹھو۔"

(3) طلاق کا غیر محدود نظام

مرد بار بار طلاق دے کر رجوع کر لیتا تھا۔

عورت کو معلق حالت میں رکھا جاتا۔

اسلام نے طلاق کی حد مقرر کی:

الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ
(سورۃ البقرہ 2:229)
"طلاق دو بار ہے، پھر یا تو اچھے طریقے سے روک لینا ہے یا بھلے طریقے سے رخصت کرنا ہے۔"

اسلام نے کیا اصلاح کی؟

اسلام نے عدّت کو:
ظلم اور اذیت سے نکال کر **اعتدال** دیا

غیر معینہ مدت کی جگہ **متعین مدت** مقرر کی

عورت کو مال وراثت بننے سے بچایا

نسب کی حفاظت کو یقینی بنایا

رجوع کی مہلت دے کر خاندان کو ٹوٹنے سے بچایا

خصوصاً سورۃ الطلاق میں واضح ہدایت دی گئی:

لَا تُخْرِجُوهُنَّ مِن بُيُوتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ
(سورۃ الطلاق 65:1)

تاریخی جائزہ سے معلوم ہوتا ہے کہ:

قدیم شریعتوں میں نسب اور خاندان کی حفاظت کا تصور موجود تھا۔

عرب معاشرے میں عدّت کا نظام غیر منصفانہ اور ظالمانہ تھا۔

اسلام نے عدّت کو باوقار، معتدل اور واضح اصولوں کے ساتھ منظم کیا۔

یوں عدّت اسلامی خاندانی نظام کی ایک اصلاحی اور انقلابی تعلیم ثابت ہوئی۔

ہندو مت میں تصور

Hinduism میں "عدّت" جیسی شرعی طور پر متعین مدت موجود نہیں، مگر بیوہ کے لیے سخت سماجی پابندیاں تھیں:

بیوہ کو سفید لباس پہننا ہوتا تھا۔

زیور اور خوشبو سے پرہیز۔

دوبارہ شادی کی حوصلہ شکنی (قدیم دور میں)۔

بعض ادوار میں ستی (شوہر کے ساتھ جل جانا) جیسی رسم بھی موجود رہی، جو بعد میں ختم کی گئی۔

یہ پابندیاں مذہبی سے زیادہ سماجی روایت کا حصہ تھیں۔ جدید ہندو قانون میں بیوہ کو دوبارہ شادی کا حق حاصل ہے۔

حصہ پنجم: بدھ مت میں تصور

بدھ مت میں نکاح کو مذہبی فریضہ نہیں بلکہ سماجی معاہدہ سمجھا جاتا ہے۔

بیوہ کے لیے کوئی مقررہ شرعی عدّت موجود نہیں۔

سوگ کی مدت سماجی روایت کے مطابق ہوتی ہے۔

نکاحِ ثانی کی اجازت ہے۔

بدھ مت میں روحانی نجات کا تعلق ازدواجی قوانین سے نہیں جوڑا گیا، اس لیے عدّت جیسا منظم نظام موجود نہیں۔

تقابلی جائزہ

مذہب/تہذیب	مقررہ عدّت	مقصد
اسلام	متعین مدت (3 حیض، 4 ماہ 10 دن)	نسب، استحکام، وقار
یہودیت	واضح مدت نہیں	نسب و خاندان
عیسائیت	مقررہ عدّت نہیں	نکاح کی تقدیس
ہندو مت	شرعی عدّت نہیں، سماجی پابندیاں	سماجی روایت
بدھ مت	عدّت کا تصور نہیں	سماجی نظم

تاریخی و تقابلی مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ:

دیگر مذاہب میں بیوہ یا مطلقہ کے لیے کچھ سماجی تصورات ضرور موجود تھے۔

اسلام نے پہلی مرتبہ عدّت کو واضح، متوازن اور منظم شرعی شکل دی۔

اسلام کا نظام نہ افراط پر مبنی ہے نہ تفریط پر، بلکہ اعتدال پر قائم ہے۔

یوں عدّت اسلامی خاندانی قانون کا ایک جامع، اصلاحی اور متوازن نظام ہے۔

ائمہ فقہ کی آراء

1) امام ابو حنیفہ

"قروء" سے مراد **حیض** لیتے ہیں۔

مطلقہ عورت کی عدّت تین حیض مکمل ہونے سے ختم ہوتی ہے۔

خلع کی عدّت بھی طلاق کے برابر قرار دیتے ہیں۔

عدّت کے دوران نان و نفقہ طلاقِ رجعی میں واجب ہے۔

2) امام مالک

"قروء" سے مراد **طہر (پاکی کا زمانہ)** لیتے ہیں۔

تین طہر مکمل ہونے پر عدّت ختم ہوتی ہے۔

شوہر کے ساتھ ازدواجی زندگی گزارنے والی عورت پر عدّت واجب ہے، جس نے ازدواجی زندگی نہی گزاری اس پر عدت نہی ھے ۔

عدّت میں سکونت کو اہم قرار دیتے ہیں۔

3) امام شافعی

"قروء" سے مراد طہر لیتے ہیں۔

عدّت کے دوران رہائش کے حق کو تسلیم کرتے ہیں۔

وفات کی عدّت میں زینت سے اجتناب ضروری قرار دیتے ہیں۔

4) امام جعفر صادق

طلاق کی عدّت تین حیض قرار دیتے ہیں۔

(نکاحِ موقت) کی عدّت دو حیض بیان کرتے ہیں۔

وفات کی عدّت چار ماہ دس دن تسلیم کرتے ہیں۔

حاملہ کی عدّت وضعِ حمل تک۔

دیگر مذاہب میں عدّت کا تصور

1) یہودیت

تورات میں نسب کے تحفظ کا تصور موجود ہے مگر واضح مدت مقرر نہیں۔

2) عیسائیت

انجیل میں طلاق کی حوصلہ شکنی کی گئی مگر عدّت کی مقررہ مدت موجود نہیں۔

3) ہندو مت

ہندو مت میں عدّت کی شرعی تعیین نہیں، مگر بیوہ کے لیے سخت سماجی پابندیاں تھیں۔

سفید لباس

زیور سے پرہیز

نکاحِ ثانی کی حوصلہ شکنی

4) بدھ مت

بدھ مت میں نکاح سماجی معاہدہ ہے۔

عدّت کا کوئی باقاعدہ مذہبی تصور موجود نہیں۔

بیوہ نکاحِ ثانی کر سکتی ہے۔

5) زرتشتی (مجوسی) مذہب

زرتشتی (مجوسی) مذہب میں عدّت جیسا منظم شرعی نظام نہیں ملتا، تاہم:

طہارت اور نسب کے تحفظ پر زور موجود تھا۔

بیوہ کے لیے مخصوص سوگ کی مدت سماجی طور پر مانی جاتی تھی۔

بعض قدیم ایرانی روایات میں خاندان کے اندر نکاح (خویتوک دس) کا رواج بھی تھا تاکہ نسل برقرار رہے۔

عدّت کی متعین قرآنی طرز کی مدت نہیں تھی، بلکہ رسم و رواج غالب تھے۔

جامع تجزیہ

اسلام نے عدّت کو واضح مدت اور قانونی حیثیت دی۔

دیگر مذاہب میں سوگ یا نسب کا تصور موجود تھا مگر منظم شرعی نظام نہ تھا۔

فقہائے اسلام نے اپنے اپنے فہم کے مطابق قرآنی احکام کی تفصیل بیان کی اور عملی صورتیں واضح کیں۔

آخر میں امید کرتا ہوں کہ ان قرآنسٹ حضرات میں وہ عقل سلیم بیدار ہو جائے جس کا انتہائ تفصیلی ذکر علامہ غلام احمد پرویز نے اپنی شہکار تصنیف " سلیم کے نام " میں کیا تھا اور جو آج وقت کا تقاضا بھی ھے ۔